درست اور غلط فتویٰ کے معاشرہ پر اثرات کا تحقیقی جائزہ

An Analytical Study on the Social Impacts of Accurate and Inaccurate Fatwas in Pakistan

Raza Muhammad
Ph.D. Scholar, Islamic Studies Department, HITEC University, Taxila
Email: rzam48884@gmail.com
Muhammad Anisu Rahman
Ph.D. Scholar, Islamic Studies Department, HITEC University, Taxila
Email: ak.anis1994@gmail.com
Dr. Hafiz Zafar Mehmood
Lecturer GCC Satellite Town, Rawalpindi
Email: drzafarsadozai@gmail.com

Abstract
This study examines the societal impact of sound and unsound fatwas in Muslim societies. Fatwas play a vital role in providing religious guidance based on the Qur'an and Sunnah. When issued in accordance with Shariah principles, objectives of Islamic law and contextual awareness, sound fatwas positively influence intellectual development, social reform, economic justice, and political consciousness. They help eliminate un-Islamic customs, resolve disputes, revive Islamic culture, and promote ethical economic systems such as Islamic banking. In contrast, historical evidence shows that incorrect, emotional, or context-insensitive fatwas have caused severe social, economic, and political damage, including loss of life and property, social fragmentation, and erosion of public trust in religious authority. The study concludes that iftāʾ requires scholarly competence, awareness of consequences, and collective responsibility to ensure social stability and reform.
Keywords: Fatwa, Islamic Jurisprudence, Social Impact, Incorrect Fatwas, Islamic Society

تعارف:

اسلامی شریعت میں فتویٰ کا ادارہ ایک علمی، دینی اور اصلاحی کردار کا حامل ہے جو عوام الناس کی رہنمائی کے لیے قائم کیا گیا۔ تاہم موجودہ دور میں جہاں صحیح اور محتاط فتاویٰ معاشرے میں خیر، استحکام اور دینی شعور کا باعث بنتے ہیں، وہیں غیر مستند یا غلط فتاویٰ متعدد معاشرتی، فکری اور دینی مسائل کو جنم دیتے ہیں۔ یہ مضمون اسی حساس اور نازک مسئلے پر ایک تحقیقی و تنقیدی نظر ڈالتا ہے۔

درست فتویٰ کے معاشرتی اثرات مثبت اور ہم آہنگی پر مبنی ہوتے ہیں۔ جب کوئی فتویٰ علمی اصولوں، دینی بصیرت، زمان و مکان کی رعایت اور عوامی مسائل کو مد نظر رکھ کر دیا جائے، تو اس سے نہ صرف فرد کی اصلاح ہوتی ہے بلکہ پورا معاشرہ اس سے متاثر ہو کر اعتدال، اتحاد اور عدل کی راہ پر چلتا ہے۔ یہ فتوے معاشرتی الجھنوں کو حل کرتے، باہمی تنازعات میں رہنمائی فراہم کرتے، اور دینی معاملات میں واضح لائن کھینچتے ہیں۔

اس کے برعکس جب غیر تربیت یافتہ یا مسلکی تعصب پر مبنی ذہنیت رکھنے والے افراد فتویٰ دینا شروع کرتے ہیں، تو اس سے دین کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔ غلط فتاویٰ سے فرقہ وارانہ کشیدگی، سماجی تقسیم، فکری انتشار اور بعض اوقات شدت پسندی کو فروغ ملتا ہے۔ عوام ان فتاویٰ کی بنیاد پر متشدد رویہ اپناتے ہیں اور بعض اوقات قانون ہاتھ میں لینے تک نوبت آجاتی ہے۔

فتویٰ نویسی کے اس بحران کی بنیادی وجوہات میں ناقص علمی معیار، افتاء کے اصولوں سے لاعلمی، مفاد پرستی، اور فتویٰ کو بطور سیاسی یا مسلکی ہتھیار استعمال کرنا شامل ہیں۔

1۔ افتاء کے فکری اثرات

فکری سطح پر فتوی و افتاء نے اسلام کو مکمل نظام حیات کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اسلام صرف ایک مذہب نہیں، جو روحانیت اور عبادات پر مشتمل ہو بلکہ انسانی زندگی کا ہر شعبہ خواہ اس کا تعلق کسی بھی شعبہ کے ساتھ ہو کے بارے میں مکمل اور جامع معلومات پیش کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اسلام کی نظریہ حیات کی وضاحت ایسا کیا ہے کہ:

مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الإِيْمَانَ[1]

ترجمہ: نبیاکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اللہ کی رضا کے لئے محبت کی اور اللہ کی رضا کے لئے دشمنی کی اور اللہ کی رضا کے لئے دیا اور اللہ کے لئے روکا اس نے ایمان مکمل کیا۔

فتوی و افتاء نے فکری سطح پر جن صورتوں میں اثرات مرتب کیے ہیں ان کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

جاہلیت کا سدباب

فکری میدان میں فتوی و افتاء نے جاہلیت کیروک تھام کی۔ قرون اخیر کے بعد مسلمان معاشرہ میں جو بھی روایات و طریقے داخل ہوئی۔ انہوں نے اسلامی معاشرے کے کردار کو خراب کر دیا۔ ان سب خرابیوں کو مسلم تہذیبو ثقافت کی فہرست میں شمار کیا جاتا رہا۔ حالانکہ یہ خرابیاں دور جاہلیت کی تھیں نہ کہ اسلامی تہذیب و ثقافت کی۔ اس غلطی نے یہ نقصان کیا کہ مسلمانوں کے اندر جاہلیت کے خلاف جو نفرت ہونی چاہیے تھی وہ دور نہ ہوئی اور یوں اسلام اور جاہلیت کے امتیازی خطوط خلط ملط ہوتے رہے۔ مفتیان و علماء کرام نے دین اور بدعات و رسومات کے درمیان فرق واضح کر دیا۔

غیر شرعی رسومات کا خاتمہ

پاکستان کے سرزمین پر بہت سے قوم اور حکومتیں گزری ہیں، ان کے غیر اسلامیر سومات و اثرات بہت دیر تک ان کے باشندگان میں موجود رہے، یہاں کے علماء کرام نے ان غیر اسلامی رسومات پر تنقید کی اور اسے اسلام کے خلاف چیز قرار دیا۔ ان حضرات نے یہ حقیقت بھی واضح کی کہ جاہلیت کسی خاص بندے کا اسم نہیں بلکہ اس انفرادی کردار یا اجتماعی طرز حیات کا نام ہے جو وحی الٰہی اور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پر استوار نہ ہو۔ پاکستانی معاشرہ کے شادی میں جہیز کی وجہ سے والدین کی ایک اپنی بچیوں کی شادیاں نہیں کر سکتے۔ مفتیان کرام نے اس لعنت اور قبیح رسوم ورواج کے خلاف فتوے جاری کیے جس سے عوام علماء کی موجودگی میں لڑکیوں کا نکاح کروا کر بغیر جہیز کے اسلامی اصولوں کے تحت رخصتی کی۔

تنازعات کا خاتمہ

انسانی معاشرہ میں تنازعات کا ہونا ایک فطری امر ہے۔ جس کا حل کسی سرکاری عدالت سے کیا جاتا ہے، بعض اوقات عدالتی فیصلوں میں کئی سال لگ جاتے ہیں، لیکنا سلامی معاشرہ میں ان مسائل کا حل مفتیان کرام کے ہاتھ پر کیا جاتا ہے اور سالہا سال کی دشمنی ایک فتوی سے حل ہو جاتی ہے، انسانی معاشرے میں رقابت اور دشمنی رکھنے والے خاندانوں کے درمیان صلح صفائی علماء کے ہاتھ پر کی جاتی اور خاندانی جھگڑوں کا اسلامی اصولوں کے مطابق صلح کرایا جاتا ہے۔ دارافتاؤں میں لوگوں کے مسائل شریعت محمدی ﷺ پر حل کیے جاتے تھے لوگ شریعت پر اپنے یہ مسائل حل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے بہت سے فائل ہر دار الافتاء میں موجود ہیں جس میں لوگوں کے مابین شریعت پر فیصلہ کیا گیا ہو۔ افتاء کے عدالتی اثرات کا اندازہ اس سے لگانا آسان ہو گا کہ ہماری عدالتیں بھی بعض مسائل میں دارالافتاء سے رہنمائی اور مسائل حل کیے جاتے ہیں[2]۔

اسلامی تہذیب کا احیاء

اسلامی تعلیمات وہ واحد تعلیمات ہیں جنہوں نے ان مشکل حالات کا حل بھی پیش کر دیا۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [3]

ترجمہ: تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ہستی میں بہترین نمونہ ہے۔

اور اس کا شعور فقہاء امت ہی کی بدولت پروان چڑھا کہ اسلامی تہذیب کا احیاء اسلامی تعلیمات کی بدولت ممکن ہے۔ اسلام کے بغیر تعبیر فقط عبادات اور نکاح وطلاق تک محدود ہو کر رہ گئی۔ مغربی طاقتوں نے اپنے سائنسی انکشافات اور

علمی تحقیقات کے حوالے سے مسلمان قوموں کو انتہائی مرغوب کر دیا۔ ان پسماندہ حالات میں اور جمود کی فضا میں فقہاء امت نے احیاء دین کا بیڑا اٹھایا۔ انہوں نے اسلام کا تصور خود مسلمانوں کے سامنے پیش کیا اور اس کا آغاز اس نقطے سے کیا جو قرآن کریم نے اختیار کیا۔

مغربی تہذیب کا محاکمہ

آج پاکستان میں مغربی تہذیب و تمدن کے گیت گائے جاتے ہیں جبکہ اس نئی تہذیب معاشرت اور انگریزی تعلیم والوں کے ساتھ کسی قسم کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے ان کا دعوی ہے کہ اسلام کو مغربی تہذیب اس کی مخصوص معاشرت اس کے عائلی قانون اس کے نظام تعلیم اور اس کے زبان وادب اور اس رسم الخط بلکہ اس کو پورے ورثہ سے الگ کر دیا گیا اور اسلام چند رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔ لیکن ہر دور میں فقہائے امت نے اس کی مخالفت کی۔ یہی وہ مسئلہ تھا جس نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کو بے چین کر رکھا تھا کہ ہمارے بچے و اولاد ان کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جا کر مغربی تہذیب کے سائے تلے پروان چڑھ کر اسلامی تعلیمات سے بے گانہ و نا آشنا ہو کر نکلیں اس بنیاد پر انہوں نے مدارس عربیہ کا قیام عمل میں لایا۔ جس کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ اسلامی تہذیب اسلامی معاشرت اور شریعت اسلامیہ کے لئے ایسے قلعے تعمیر کئے جائیں جو ہر دور میں مغربی تہذیب کے یلغار کا مقابلہ کر سکیں اس لئے کہ اس مغربی تہذیب کے طوفان کا مقابلہ صرف اور صرف اسلامی تہذیب پر عمل پیرا ہونے سے ممکن ہے جس کے لئے یہ دینی مراکز شب و روز محنت و جدوجہد میں مصروف عمل ہیں، اور دارالافتاؤں میں مفتیان کرام ہر دور کے جدید مسائل کے شرعی حل کے لیے کوشاں رہتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کا دین اسلام پر اعتماد روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، اور مغربی مفروضوں سے بد اعتمادی پیدا ہو رہی ہے۔

اصلاح رسومات

فقہاء امت نے رسومات کو اپنی فتوؤں اور علمی بصیرت کے ذریعے ختم کر دیں۔ ان رسومات کی وجہ سے ایک طرف خدا کے حکم کی خلاف ورزی کر کے لوگ عذاب الہی کو دعوت دے رہے ہیں اور دوسری طرف لوگ مقروض ہو کر معاشی بد حالی کا شکار ہو رہے ہیں۔ انسانی معاشرہ کے غم و خوشی کے بے جا رسومات کا قلع قمع ہو گیا، اور لوگوں کے سامنے صحیح اور درست شرعی احکامات سامنے آئے جس سے بنی نوع انسانی کے زندگے میں آسانیاں پیدا ہو گئی۔[4]

2۔ افتاء کے سیاسی اثرات

اسلامی تعلیمات کے حوالے سے اگر غور کیا جائے تو ان مراکز افتاء نے سیاست پر درجہ ذیل اثرات مرتب کئے ہیں:

قوم پرستی کا خاتمہ

اسلامی معاشرہ کی سب سے بڑی بیماری جو امت مسلمہ کے اندر پھیلی وہ قوم پرستی ہے۔ استعماری قوتوں نے اس میں مزید اضافہ کیا یہ عقیدے اور تہذیب کو ختم کر دینے والی بیماری ہے۔ جس عقیدے اور تمدن کو اللہ کے پیغمبر ﷺ نے بڑی محنت سے عربوں کے اندر جاگزیں کیا اور پھر ان کے ذریعہ عقیدہ اسلام کی اساس پر امت قائم کی جسے خیر امم کہا گیا۔ قرآن کریم نے قوم پرستی کا خاتمہ ان الفاظ سے کیا ہے کہ: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا[5]

ترجمہ: اور سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہوتا۔

یعنی ساری کی ساری ملت ایک ہی پارٹی ہے، جس کا ایک نظام ہو گا اور اس نظام کا ضابطہ حیات قرآن کریم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کے لئے یہی نظام تجویز کیا ہے۔ اور نبیا کرم ﷺ نے عملاً اسی نظام کو کر دکھایا۔ یہی نظام اب قائم ہونا چاہیے اس کے علاوہ وحدت ملت کی کوئی صورت نہیں، اب جو لوگ اس کو نقصان پہنچاتا ہے ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُو دِينَهُمْ وَكَانُو شِيعاً لَّسْتُمًا منهم فی شیء[6]

ترجمہ: جو لوگ دین میں فرقے پیدا کر لیں ان سے (اے پیغمبر) تیرا کوئی واسطہ نہیں۔

جیسا کہ درجہ ذیل حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَاناً[7]

ترجمہ: آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا نہ کرو ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو اور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب مل کر اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

افتاء کے جہادی اثرات

مفتیان کرام نے فکری دعوت کے ساتھ ساتھ باطل کے خلاف منظم جہاد کیا۔ جہاد فلسطین کے بعد طویل جہاد افغانستان میں برپا ہوا۔ یہ جہاد براہ راست دنیا کی دوسری بڑی طاقت روس کے ساتھ تھا۔ تیرہ سال تک افغانستان میں مجاہدین شہید ہوتے گئے۔ یہ جہاد صرف افغانستان تک محدود نہ رہا۔ بلکہ پورے عالم میں پھیل گیا۔ اور دنیا میں ہر اسلامی ملک نے اس میں حصہ لیا اور اس ملک کے مفتی حضرات نے اپنے اپنے ملک میں اپنے فتوؤں سے جہاد کی فضا پیدا کی۔ پوری دنیا میں جہاد کا سب سے پہلا فتوی مفتی محمد فرید صاحب نے جاری کیا جس کا اتنا اثر ہوا کہ پاکستان بھر سے نوجوانوں نے افغان سرزمین پر روس کے خلاف جہاد کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کمیونزم کو شکست ہوئی اور عالم

اسلام کا ایک بڑا علاقہ جو اس نظام میں جکڑا ہوا تھا، آزاد ہوا۔ لوگوں میں سیاسی شعور پیدا ہوا اور انسانیت نے اس نظام باطل کو یکسر مسترد کر دیا۔ کشمیر میں بھی نوجوان اپنی جوانیاں اللہ کی رضا اور ملت اسلامیہ کی بحالی کے لئے قربان کر رہے ہیں۔ کشمیر کی آزادی اور جہاد کشمیر پر پاکستان کے مفتیان کرام کا کافی دلچسپ فتاوی موجود ہیں۔ اسلامی تحریکوں کے پیچھے ان فقہاء کے فتوؤں کی وجہ سے یہ سر فروش نوجوان ملت اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے رہے اور جہاد کا اثر ہی ہے کہ محکوم اقوام کے اندر بھی حریت و آزادی کا جذبہ پیدا ہوتا رہا ہے اور انہوں نے آمریت اور ظلم و ستم کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔

فتوی کا اشاعت دین میں نمایاں کردار

آج کا دور میڈیا کا دور ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ اس میدان میں حاوی طبقہ ہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے، لہذا جس طرح دین اسلام کی بیخ کنی اور اس کے بنیادی عقائد میں شکوک و شبہات کا بیج اسی میڈیا کے ذریعہ سے ڈالا جاتا ہے، تو دوسری جانب محاسن اسلام کو بنی نوع انسانی تک پہنچانے کے لیے بھی اسی میڈیا کا سہارا لیا جاسکتا ہے، لہذا یہ مفتیان کرام کا فتوی میں لچک ہی کا ثمرہ ہے، کہ اس میدان میں اسلام دشمنوں سے مسلمان اسی کے ذریعہ سے برسرپیکار ہے، اور ان کے اسلام دشمنی کے زہریلے مواد کے مقابلہ میں اسلام کے محاسن وخوبی کو دنیا تک پہنچایا جاتا ہے، اب اگر جواز کا یہ فتوی نہ دیا جاتا تو دین اسلام اور مسلمان کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا۔

3۔ افتاء کے معاشی اثرات

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک روح اور دوسرا جسم اور ان دونوں کے ملاپ کا نام انسان اور زندگی ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک کا کام نہ کرنا موت کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ یہ دونوں اکھٹے کام کریں تو انسان کی زندگی کا شب و روز جاری رہ سکتا ہے۔ ان دونوں کی غذائیں اگرچہ الگ الگ ہیں۔ مگر دونوں کا منبع ایک ہی ہے۔ روح کی غذا اللہ تعالی کی نازل کردہ روحانی تعلیمات ہیں۔ جن کو انبیاء کرام لا کر مبعوث ہوئے۔ جبکہ جسم کی غذا پانی، روٹی، پھل اور دیگر حلال اشیاء ہیں اور ان دونوں قسم کی غذا کا منبع آسمان بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالی ارشاد ہے: وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُونَ[8]

ترجمہ: اور تمہارا رزق آسمان میں یعنی اللہ کریم کے پاس ہیں۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتوں کے ذریعے انبیاء کرام پر روحانی تعلیمات نازل فرما کر انسانی روح کے غذا کا سامان مہیا فرماتے ہیں اور اسی آسمان سے بذریعہ بارش رزق اتار کر انسان کے جسم کی غذا کے اسباب مہیا فرماتے ہیں۔ اور اس کریم رب نے ان دونوں کو دینے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیا۔

انسانی زندگی میں معاش ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام جہاں معاش میں اضافے کی دعا کا حکم دیتا ہے۔ وہاں حلال کمانے اور حرام سے بچنے کی بھی ممانعت کرتا ہے۔[9] لیکن اب عام مشاہدہ میں ہے کہ سودی بینکاری سودی قرض، اشیائے خوردونوش میں ملاوٹ، سودی معیشت اور حرام ذرائع آمدنی اس نظام مملکت کا حصہ بن گئے ہیں۔ جن سے نپٹنے کے لئے مفتیان عظام سرگرم عمل ہیں۔ عصر حاضر میں ان علماء کی جدوجہد کے نتیجے میں جہاں دوسرے بعض پہلوؤں میں اسلامی زندگی کے خدوخال ابھر رہے ہیں وہاں معاشی میدان میں بھی ان کی کارکردگی نمایاں ہے۔ اور اسلامی معاشی فکر کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ اسلام کے تصور معاشیات کے عملی اطلاق کے تجربات بھی ہورہے ہیں۔ چنانچہ بلاسود بینکاری اور اسلامی بنیادوں پر بینکنگ کا آغاز خیبر اور میزان بینک سے کیا گیا ہے۔ جس کے جائز ہونے پر مفتی حضرات نے فتاوی جاری کئے ہیں، یہ اس وقت بہتر معاشی نظام کے لئے سب سے اچھا اقدام ہے کیونکہ مفتیان حضرات نے عدل اجتماعی اور اسلام کے عادلانہ نظام معیشت کو ٹھوس دلائل سے پیش کیا اور سودی معیشت کے مضر اثرات کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا۔ ان علماء کے فتاوی کا اثر ہے کہ آج نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم میں بلاسود بینکاری کا نظام متعارف کیا جارہا ہے اور اس کے لئے فقہاء کرام کی سرپرستی میں ماہرین معاشیات مدد کررہے ہیں۔ ان مفتیان کرام کے فتوؤں پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے بازار کی قوتوں یعنی رسد وطلب کے قوانین کو تسلیم کیا ہے اور وہ معیشت کے مسائل کے حل میں ان رسد وطلب کے استعمال کا حامی ہے۔

غلط فتوی کا معاشرہ پر اثرات کا تحقیقی جائزہ

مفتیان کرام کی پوری زندگی معاشرہ کی خدمت میں گزرتی ہے عوام کے دینی مسائل کا حل پیش کرتے ہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مفتی کے فتوی سے پورے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے جس سے معاشرے پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ ابن قیم جوزی نے اپنے دور میں اصحاب افتاء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: جب عالم کی نیت درست ہو اسے تکلیف کی زحمت نہیں اٹھانی پڑتی۔ بہت سے علماءلا ادری یعنی میں نہیں جانتا، کے جواب میں شرم محسوس کرتے ہیں وہ اپنے فتوی کے ذریعہ لوگوں میں اپنی وجاہت کو برقرار رکھنے کے لیے ایسا کرتا ہے، تاکہ وہ یہ نہ کہیں کہ انہیں جواب کا پتہ نہیں اگرچہ ان کو اپنے فتوی پر یقین نہ ہو، یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔[10]

امام مالک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا امام صاحب نے، "لا ادری کہا" وہ بولا بہت دور سے آیا ہوں، آپ نے فرمایا اپنے شہر میں جاکر کہو میں نے مالک سے دریافت کیا اس نے کہالا ادری، بھلا اس شخص کے دین اور اس کی عقل پر ذرا غور کرو کہ خواہ مخواہ کی مشقت میں نہ پڑے اور اللہ تعالی کے ہاں اپنا معاملہ صاف

رکھا۔ اگر اس سے ان مفتیان کرام کا مقصد یہ ہے کہ ہماری قدر و منزلت بڑھے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ عوام کے دل خود ان کے قبضہ میں نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ ذیل میں ان فتوؤں کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے جس سے معاشرہ کو نقصان اٹھانا پڑا۔

1۔ شاہ عبد العزیز کے "فتوی دارالحرب" کے منفی اثرات

1920ء میں ہندوستان سے ہجرت کرنے کا فتوی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے دیا تھا اپنے فتوی میں آپ نے صراحۃ ذکر کیا تھا کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور مسلمانوں کو یہاں سے ہجرت کرنا چاہیے اس فتویٰ پر عمل کرنے کے لئے علماء نے باقاعدہ پر کئی بیانات کیے۔ لوگوں سے کہتے تھے کہ تمام مسلمان ہندوستان کی سرزمین چھوڑ دیں جس پر کافر حکمرانی کر رہے ہیں اور ایسی سرزمین پر چلے جائیں جہاں مسلمان حکمران ہو۔ ہزاروں لوگوں نے افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ جہاں افغان امیر کے لئے مہاجرین کی یہ عظیم تعداد اتنی پریشان کن بن گئی کہ اس نے انگریزوں کے ساتھ تعاون کیا۔[11] اس فتوی سے یہ نقصان ہوا کہ لوگوں نے اپنا مال کوڑیوں کے مول فروخت شروع کیا، اپنے اہل و عیال سمیت افغانستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ لاکھوں کا مال چند ٹکوں میں فروخت کیا گیا۔ باپ اپنے بیٹوں اور مائیں اپنی بیٹیوں سے جدا ہو گئیں۔ ہزاروں لوگ گروہ در گروہ افغانستان کی طرف رواں دواں تھے۔ بے شمار لوگ سرزمین افغانستان میں داخل ہو گئے۔ حکومت افغانستان نے ان کو قبول کرنے سے معذرت کی۔ اب یہ مہاجر نہ آگے جاسکتے تھے اور نہ واپس ہو سکتے تھے آخر بڑی مشکلوں، جمعیتوں اور تکلیفوں کے بعد کچھ واپس آگئے کچھ سفر کی سختیوں اور کچھ بیماریوں اور بھوک و پیاس سے ہلاک ہو گئے اور یوں ہجرت کا یہ تحریک ختم ہو گیا۔

ہجرت کی یہ تحریک اصل میں ایک جذباتی فتوے کی وجہ سے تھی۔ اس فتوے کی وجہ سے برصغیر کے مسلمانوں کو بے حد جانی اور مالی نقصان پہنچا اور عجیب بات یہ ہے کہ اس جذباتی فیصلے کے سیلاب میں بہہ کر اس وقت بڑے بڑے تجربہ کار رہنما اور علمائے کرام بھی اس اقدام کے انجام کو نہ سوچ سکے انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ افغانستان جیسا غریب اور لاچار ملک اور اس کی سرزمین آنے والے ہزار مہاجرین کی آبادی کی متحمل بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ صورت حال ایسی بنی کہ عوام کا اپنے راہنماوں اور علماء سے اعتماد و اعتبار اٹھ گیا تھا اور اسی طرح یہ علمائے کرام بھی اپنے عوام سے آنکھ ملانے کے قابل نہ رہے، مسلمانوں کی سیاسی، معاشرتی تعلیمی اور اقتصادی ترقی کے مواقع بالکل ختم ہو گئے تھے۔ ان قافلوں میں شامل شوکت عثمانی تحریر کرتے ہیں کہ بنیادی طور پر یہ تحریک ایک اسلامی تحریک تھی جس میں چھتیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی، اپنا گھر بار لٹایا، عزیز و اقارب کو چھوڑا اور اپنی جانیں قربان کیں۔[12]

2۔ انگریزوں کے خلاف عدم تعاون کا فتوی

انگریز کے خلاف عدم تعاون کے فتوی سے مسلمانوں کو درج ذیل نقصانات اٹھانا پڑیں:

- ہندوستان کے علماء کرام نے انگریز کے خلاف عدم تعاون کا فتوی دیا تھا عدم تعاون کی تحریک میں بھی سب سے زیادہ مسلمان کو نقصان اٹھانا پڑا اس فتوی پر عمل کرنے کی وجہ سے مسلمانوں نے انگریز کی سرکاری نوکریاں چھوڑ دیں۔ اس وقت بعض مسلمان بہت اچھے عہدوں پر فائز تھے۔ جبکہ دوسری جانب سرکار کے غریب نوکر پیشہ لوگ تھے ان کے استعفیٰ سے وہ معاشی مسائل سے دوچار ہو گئے۔ اور پورے ہندوستان میں مسلمان اقتصادی طور پر کمزور ہوئے۔
- مسلمانوں کے استعفیٰ سے جو اسامیاں خالی پڑ گئی، اس کو پورا کرنے کے لئے انگریزوں نے ہندوؤں اور سکھوں کو بھرتی کر دیا۔ تو سرکاری میدان میں ہندووں اور سکھوں کو مسلمانوں پر برتری حاصل ہو گئی۔ فتوی کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنے بچوں کو سرکاری اداروں سے نکالا۔ اس فتوی سے علی گڑھ یونیورسٹی کو کافی نقصان پہنچا۔ ظاہری بات ہے کہ انگریز اور ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمان تعلیمی میدان میں بھی پیچھے رہ گئے۔
- اس فتوی سے مسلمانوں نے سرکاری ٹھیکوں کو بھی چھوڑا۔ ظاہری بات ہے کہ اس سے بھی مسلمانوں کے کاروبار ہی کو نقصان پہنچا۔ کیونکہ مسلمان ٹھیکہ دار اپنے لیبر میں غریب مسلمانوں کو کام پر لگاتے رہے جبکہ ٹھیکداری کا کام ختم ہوا تو عام غریب مسلمانوں کا رزق بھی تنگ ہوتا گیا۔ اس فتوی کی وجہ سے مسلمانوں نے انگریز کے خطابات بھی واپس کر دیئے، جبکہ انگریزی کپڑوں کا بائیکاٹ بھی کیا گیا۔ انگریز کے خلاف عدم تعاون فتوی کا سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کو پہنچا۔[13]

3۔ غلط فتوی سے حکومت اسلامی کا خاتمہ

جب برصغیر پاک وہند میں مسلمان سکھوں کے مظالم سے تنگ آ گئے تو مولانا سید احمد بریلوی نے حفاظت دین وناموس کے لئے سکھوں کے خلاف جہاد کا فتوی دیا۔ کئی مسلمانوں کو پشاور اور ہزارہ کی طرف لے جا کر مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا اور ان کو جرات دلا کر جہاد پر آمادہ کیا۔ ان کی دعوت پر کئی ہزار مسلمان راہ خدا میں جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور سکھوں کے خلاف ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کو جہاد شروع ہو گیا۔ پہلا تاریخی معرکہ اکوڑہ خٹک میں ہوا۔ اس میں مجاہدین کامیاب رہے اور بدھ سنگھ کو شکست ہوا۔ دوسرا معرکہ حضرو میں پیش آیا جس میں بہت زیادہ مال غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آیا۔ سکھوں کو شکست دینے کے بعد سید احمد شہید مسلمانوں کا عظیم رہنما بنا۔ پورے علاقے کے علماء

اور خوانین نے آپ کے ہاتھ پر بیعت امامت کی اور آپ کو باقاعدہ امیر المؤمنین چنا۔ تاکہ آپ کو انتظام جہاد تقسیم غنائم، اقامت جمعہ، افتاء وقضاء اور ترویج شریعت کا پورا اختیار حاصل ہو اور آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ سکھوں کے خلاف جگہ جگہ پر جنگ ہوتی رہی اور یہ سلسلہ پشاور تک پہنچ گیا۔ بالآخر پشاور 1830ء کو فتح ہوا۔ فتح ہونے کے فورا بعد یہاں سے اسلامی حکومت کا باقاعدہ آغاز کیا۔ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے مولانا سید مظہر علی کو پشاور شہر کے قاضی مقرر کیا۔ انہوں نے سید احمد شہید کی منشا کے مطابق احکام شریعت نافذ کیے۔ غیر شرعی رسومات اور نشہ آور اشیاء کے خلاف فتوی جاری کیا۔ شہر میں بھنگ، چرس، افیون اور شراب کے کاروبار اور استعمال پر پابندی لگادی، شراب کی بھٹیاں اور شراب خانے ختم ہوئے۔ کسبیاں اور فاحشہ عورتیں جو پشاور شہر میں تھیں، اپنے اپنے گھروں میں چھپ گئیں یا شہر چھوڑ بھاگی۔ پورا علاقہ تحصیل کی سطح پر عشر وزکوۃ کا نظام جاری کیا اور اس کے لئے عہدہ داران مقرر کر دیئے۔[14]

6۔ انگریز کے خلاف جہاد پر فتوؤں کے اثرات

خیبر پختونخوا میں حاجی صاحب ترنگزئی اس وقت پیدا ہوا، جس وقت سکھوں کا اقتدار ختم ہو رہا تھا جبکہ انگریزوں کا تسلط شروع ہو رہا تھا۔ انگریز اقتدار سے مسلمانوں کو جبری قوانین میں جکڑ لیا گیا تھا۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ انگریزی حکام کے کسی فعل پر نکتہ چینی تک کر سکے۔ انگریزوں کی طرف انگلی سے اشارہ کرنے پر بھی سخت ترین سزا دی جاتی تھی۔ انگریز سے آزادی دلانے کے لئے حاجی صاحب نے مکمل تیاری کی۔ آپ نے مسلمانوں کو نئے سرے سے منظم کر لیا ان کے درمیان اختلافات ختم کر دیئے۔ آپ نے پورے علاقہ کا دورہ کر لیا جس میں انہوں نے جہاد کی فضیلت اور آزاد ریاست کی ترغیب دی۔ چونکہ ان کی شخصیت پہلے سے عوام میں قابل قبول تھی اس لئے ہزاروں لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ اور جہاد میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ حاجی صاحب نے انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کا اعلان 14 اگست 1915ء کو نماز فجر کے بعد کیا۔ اعلان ہوتے ہی مجاہدین نے ہاتھوں میں پرچم اٹھا لیے ۔ انگریزوں پر صوابی، چارسدہ، سوات، مہمند، تیراہ، وزیرستان اور دوسرے جگہوں سے حملے شروع کیے گئے ۔ انگریزوں کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا گیا۔ جب دشمن چاروں طرف سے مجاہدینکی گرفت میں آگئے اور انہیں اپنی شکست نزدیک سے نظر آنے لگی تو انہوں نے درباری علماء کے ذریعہ سے تحریک مجاہدین کو ناکام کرنے کے لئے درجہ ذیل فتوی جاری کر کے پورے ملک میں تقسیم کر دیا کہ:

- جہاد مسلمانوں پر اس وقت فرض ہوتا ہے جب مسلمان ملک کا امیر جہاد کا اعلان کرے جبکہ اس علاقے کا کوئی امیر نہیں کہ وہ جہاد کا اعلان کرے۔

- امیر نہ ہونے کی وجہ سے یہ شرعی جہاد نہیں لہذا اس میں جو بھی مرے وہ شہید نہیں ہو گا۔
- حاجی ترنگزئی کا اپنے مخالفین کے مکانات کو نذر آتش کرنا یا ان کی جائیدادوں کو نقصان پہنچانا یا کسی قوم و قبیلہ پر جرمانہ عائد کرنا اسلام کے خلاف ہے لہذا حاجی ترنگزئی کے یہ تمام اقدامات اسلام کی صریحاً خلاف ورزی پر مشتمل ہیں۔[15]

7۔ تحریک طالبان کے فتویٰ کی اثرات

تحریک طالبان پاکستان نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے یہ سخت فتوی جاری کیا کہ:

- تحریک طالبان کو نقصان پہنچانے والوں کا خون حلال ہے۔
- اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے سرکار کیا ملاک پر قبضہ کرنا بھی حلال ہے۔
- حکومت پاکستان کا سرکاری نوکر وہ کسی بھی شعبہ میں تھا، ان پر کفر کا فتوی لگایا۔
- جہاد کے لئے اغوا برائے تاوان جائز ہو گا۔
- تحریک طالبان کے مقاصد کے حصول میں تمام رکاوٹوں کو بزور شمشیر ختم کرنا جائز ہے۔

اس غلط فتوی سے مسلمانوں کو بہت مالی و جانی نقصان اٹھانا پڑا، دونوں طرف سے چاہے تحریک طالبان پاکستان سے ہو یا پاک فوج و پولیس سے ان کا تعلق ہو مارے گئے، کتنے لوگ بے گھر ہوئے، اور کتنی بازار اور کاروباریں ویران ہو گئی۔ دونوں طرف سے مرنے والوں میں مسلمان اور اسلام کا نقصان ہوا، یہ تمام مرنے والے ملک کا بہت بڑا سرمایہ تھا، اس جنگ میں تحریک طالبان کے اہلکاروں میں سے صرف دو ہزار بندے مارے گئے، عام شہری اور حکومتی اہلکار اس کے علاوہ ہیں اس جانی، مالی، معاشی نقصانات کے علاوہ معاشرتی اور تعلیمی نقصانات بھی اٹھانا پڑی۔ لاکھوں طلباء کرام کا ایک پورا تعلیمی سال ضائع ہو گیا، یہاں تک کہ ملاکنڈ ڈویژن کے تمام طلباء کو اگلے کلاسوں میں پروموٹ کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ کئی گرلز سکولوں کو بموں سے اڑایا گیا۔

8۔ خودکش حملوں کے فتوی کا معاشرتی اثرات

موجودہ دور میں خودکش حملوں کا یہ سلسلہ صرف تحریک طالبان ہی کا فتویٰ تھا، کہ پاکستان غیر اسلامی اور غیر شرعی ہے اور اس ملک کے تمام ادارے غیر اسلامی ہیں اس کو اسلامی و شرعی بنانے کے لئے خودکش حملے جائز ہیں۔ حالانکہ درست فتوی یہ ہے کہ فدائی حملے صرف اپنی آزادی کے لئے اور اپنا دین بچانے کے لئے جائز ہیں اور اس کی مثالیں جہاد کشمیر اور آزادی فلسطین کی دیے جاتے ہیں۔ لیکن جہاں تک پاکستان میں خودکش حملوں کا تعلق ہے تو اس پر ملک کے جید مفتیان کرام اور تحریک اہل السنت والجماعت کا متفقہ فتوی حرمت ہی کا ہے۔ شریعت محمدیہ میں خودکش

حملوں کو کسی نے جائز نہیں کہا، بلکہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے خود کش حملہ آور کو کافر کہا ہے۔ اس فتوی سے علاقہ سوات کی سیاحت، معیشت، معاشرت اور تعلیم بہت بری طرح متاثر ہوئے۔ طالبان نے اپنے مختصر دور میں کئی سکولز زنانہ ٹیچرز کو قتل کر دیا ہے اپریشن کی وجہ سے ملاکنڈ ڈویژن کے 34 لاکھ افراد نے نقل مکانی کی۔

خود کش حملوں کا سلسلہ بھی ہمارے ملک کے بعض علماء اور تحریک طالبان کے جذباتی فتوؤں کی وجہ سے تھا۔ ان خود کش حملوں سے ابھی تک ہزاروں معصوم پاکستانی شہید ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ اس غلط فتوی کی وجہ سے مساجد اور دینی مراکز بھی اس شر سے محفوظ نہیں رہے۔[16]

پس خلاصہ یہ ہوا کہ اسلامی شریعت میں فتویٰ کا ادارہ ایک علمی، دینی اور اصلاحی کردار کا حامل ہے جو عوام الناس کی رہنمائی کے لیے قائم کیا گیا۔ تاہم موجودہ دور میں جہاں صحیح اور محتاط فتاویٰ معاشرے میں خیر، استحکام اور دینی شعور کا باعث بنتے ہیں، وہیں غیر مستند یا غلط فتاویٰ متعدد معاشرتی، فکری اور دینی مسائل کو جنم دیتے ہیں۔ یہ مضمون اسی حساس اور نازک مسئلے پر ایک تحقیقی و تنقیدی نظر ڈالتا ہے۔

درست فتویٰ کے معاشرتی اثرات مثبت اور ہم آہنگی پر مبنی ہوتے ہیں۔ جب کوئی فتویٰ علمی اصولوں، دینی بصیرت، زمان و مکان کی رعایت اور عوامی مسائل کو مد نظر رکھ کر دیا جائے، تو اس سے نہ صرف فرد کی اصلاح ہوتی ہے بلکہ پورا معاشرہ اس سے متاثر ہو کر اعتدال، اتحاد اور عدل کی راہ پر چلتا ہے۔ یہ فتوے معاشرتی الجھنوں کو حل کرتے، باہمی تنازعات میں رہنمائی فراہم کرتے، اور دینی معاملات میں واضح لائن کھینچتے ہیں۔

اس کے برعکس جب غیر تربیت یافتہ یا مسلکی تعصب پر مبنی ذہنیت رکھنے والے افراد فتویٰ دینا شروع کرتے ہیں، تو اس سے دین کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔ غلط فتاویٰ سے فرقہ وارانہ کشیدگی، سماجی تقسیم، فکری انتشار اور بعض اوقات شدت پسندی کو فروغ ملتا ہے۔ عوام ان فتاویٰ کی بنیاد پر متشدد رویہ اپناتے ہیں اور بعض اوقات قانون ہاتھ میں لینے تک نوبت آجاتی ہے۔

فتویٰ نویسی کے اس بحران کی بنیادی وجوہات میں ناقص علمی معیار، افتاء کے اصولوں سے لاعلمی، مفاد پرستی، اور فتویٰ کو بطور سیاسی یا مسلکی ہتھیار استعمال کرنا شامل ہیں۔ اس کے تدارک کے لیے چند اہم تجاویز اس تحقیق میں پیش کی گئی ہیں:

- افتاء کے لیے باقاعدہ تربیت یافتہ علماء کی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں۔
- فتویٰ صرف معتبر علمی اداروں سے جاری کیا جائے۔
- فتوے کے اجرا میں حالات زمانہ، معاشرتی تناظر اور مقاصدِ شریعت کو ضرور شامل کیا جائے۔
- عوام الناس میں دینی شعور اور فتوے کی حقیقت سے متعلق آگاہی مہم چلائی جائے۔

مصادر و مراجع

1 اَبو داؤد سلیمان بن اَشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، ضیاء احسان پبلشرز، نعمانی کتب خانہ، لاہور، 1997ء، ج1، ص54

Abu Dawood, Sulaiman bin Ashʿath al-Sijistani, Sunan Abi Dawood, Zia Ihsan Publishers, Naimani Kutub Khana, Lahore, 1997, Vol. 1, p. 54

2 لوگوں کے مقدمات فیصل کرنے کے لئے جامعہ حقانیہ کے دارالافتاء میں باقاعدہ دارالقضاء ہے۔ جہاں پر اکثر مقدمات شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ ہوتے ہیں۔ دارالقضاء کی اہمیت کی بنا پر یہ ذمہ داری مفتی مختار اللہ صاحب کے سپرد کی گئی ہے۔ فتاویٰ حقانیہ میں جلد ششم میں لوگوں کے درمیان مختلف معاشرتی مسائل کے فیصلے موجود ہیں (فتاویٰ حقانیہ، ج6)

For adjudicating people's cases, there exists a regular Dar al-Qaza (judicial body) within the Dar al-Ifta of Jamia Haqqania, where most cases are decided according to Islamic law. Due to the importance of Dar al-Qaza, this responsibility has been assigned to Mufti Mukhtarullah. Various judicial decisions concerning social issues are recorded in Fatawa Haqqania, Volume 6

3 الأحزاب 21:33

The Holy Qur'an, Surah Al-Ahzab (33:21).

4 خلیق احمد نظامی، محاربہ 1858، ص59–60، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، ہندوستان

Khaliq Ahmad Nizami, The Uprising of 1857, pp. 59–60, Maktaba Dar al-Uloom Deoband, India

5 آل عمران 104:3

The Holy Qur'an, Surah Aal-e-Imran (3:104).

6 الأنعام 159:6

The Holy Qur'an, Surah Al-An'am (6:159).

[7] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی، 1957ء، ص 1123

Muslim ibn Hajjaj, Sahih Muslim, Book of Righteousness, Good Conduct and Manners, Qadeemi Kutub Khana, Aram Bagh, Karachi, 1957, p. 1123

[8] الزخرف 32:43

The Holy Qur'an, Surah Az-Zukhruf (43:32).

[9] ابن قیم الجوزی، اعلام الموقعین عن رب العالمین، ج2، ص235

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, I'lam al-Muwaqqi'in 'an Rabb al-'Alamin, Vol. 2, p. 235

[10] جیمز ڈبلیو چین، *The Pathan Borderland* (اردو ترجمہ: انجینئر سید وہاب برق، پختون سرزمین)، نیو دارالکتاب، پشاور، 1991ء، ص248

James W. Spain, The Pathan Borderland (Urdu translation by Engineer Syed Wahab Barq, Pakhtun Sarzameen), New Dar-ul-Kitab, Peshawar, 1991, p. 248

[11] پشاور سے ماسکو، مطبوعہ 1967ء، بحوالہ: پشتون تاریخ کے آئینے میں، سید بہادر شاہ ظفر کاخیل، یونیورسٹی بک ایجنسی، ص584

From Peshawar to Moscow, published 1967, cited in: Pakhtun History in Retrospect by Syed Bahadur Shah Zafar Kakakhel, University Book Agency, p. 584

[12] ڈاکٹر قیام الدین احمد، ہندوستان میں وہابی تحریک، نفیس اکیڈمی، کراچی، ص94

Dr. Qiyamuddin Ahmad, The Wahhabi Movement in India, Nafees Academy, Karachi, p. 94.

[13] مجاہدین کے خلاف فتویٰ دینے والے علماء کرام کے نام... (بحوالہ: جماعت مجاہدین، مولانا غلام رسول مہر؛

بحوالہ سید احمد شہید بریلوی، ص667)

The names of the scholars who issued fatwas against the Mujahideen (cited ma'at-e-Mujahideen by Maulana Ghulam Rasool Mehr; reference to ؒ from Ja Syed Ahmad Shaheed Barelvi, p. 667).

[14] اللہ بخش یوسفی، سابق سیکریٹری آل انڈیا خلافت کمیٹی، تاریخ آزاد پٹھان، ج1، ص56

Allah Bakhsh Yousafi, former Secretary of the All-India Khilafat Committee, Tarikh-e-Azad Pakhtan, Vol. 1, p. 56

[15] محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، عظیم پبلشنگ، لاہور، ج2، ص229

Muhammad Ameer Shah Qadri Gilani, Tazkirah Ulama wa Mashayikh-e-Sarhad, Azeem Publishing, Lahore, Vol. 2, p. 229.

[16] ڈاکٹر طاہر القادری، انٹرویو، بروز بدھ 1 نومبر 2009ء، جیو نیوز

Dr. Tahir-ul-Qadri, Interview, Geo News, Wednesday, 1 November 2009